عدل اجتماعی کے تصورات کا جائزہ و اہمیت

(قرآن وحدیث اور عالمی مذاہب کے تناظر میں)

Significance and analysis of the concepts of Collective Jusitce

(in the light of Quran-o-Sunnah & world reliogions)

ڈاکٹر آسیہ رشید*

ABSTRACT

Human beings have been created in proportion and perfection by the Creator, as He is Just and Fair and likes justice and fairness in making and implementing laws. Justice is the key on every level from individual to State and interstate for peaceful and smooth functioning. Justice holds universal acceptance from the laws of nature to the creation of beings, while injustice leads to chaos. It causes the decline and disgrace among civilized societies.

The chaos and terrorism in contemporary world is all because of injustices by individuals and by the States. The teachings of the messangers of Allah were to create the justice and equality at every level in the society. Deviation from the teachings of Allah and His messangers with respect to justice is a way towards destruction. Any nation that forgoes justice becomes victim of injustice itself and the consequences are ultimate anarchy and chaos.

Islam as a universal religion demands the justice in every sphere of life. Islam and its teachings are for peace and prosperity. It promulgates and promotes human dignity and the value of Justice, equality and peace. Today the Ummah is in desperate need of adopting and practicing justice and fairness as the Creator has shown in His Word and Work.

Keywords: *Collective justice, Quran-o-Sunnah, World Religions, human dignity, value of Justice.*

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اللہ نے انسان کو بہترین، متناسب اور تعدیل کے ساتھ تخلیق کیا، اس لئے کہ اللہ عادل ہے اور عدل کو پسند کرتا ہے[1]۔ عدل انسانی فطرت بھی ہے اور انسانی ساخت میں بھی شامل ہے۔ متوازن و معتدل زندگی گزارنے اور امن و امان کو برقرار رکھنے کے لئے نیز کسی بھی قوم کی نظریاتی و تمدنی بنیادوں کو مستحکم رکھنے کے لئے حکومتی اور معاشرتی سطحوں پر عدل کا قیام انتہائی ناگزیر ہے۔ عدل کو آفاقی حقیقت کا درجہ حاصل ہے۔ دنیا کا کوئی بھی معاشرہ ہو خواہ مسلم معاشرہ یا غیر مسلم، اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عدل کی تلقین کم و بیش تمام مذاہب میں کی گئی ہے۔

عدل اجتماعی کے بغیر سماج کی پیچیدگیوں، بے چینی، بدامنی اور انتشار سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ معاشرے کی ساری ٹوٹ پھوٹ، لوگوں کے مزاج میں عود کر آنے والے ہیجان و اضطراب اور تیزی سے بڑھتی ہوئی عدم برداشت کی کیفیت، داخلی خلفشار دہشت گردی کے رجحانات کو پختہ کرنے والی انتہا پسندی کے پیچھے کارفرما عوامل کا کھوج لگائیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب عدل اجتماعی کے فقدان کا ہی نتیجہ ہے۔ انبیاء کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی تھا کہ معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام ہو، چاہے وہ معاشرتی عدل ہو یا معاشی، قانونی عدل ہو یا سیاسی اور مذہبی۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی احکام الٰہی کے نفاذ کے ساتھ ساتھ نظام عدل قائم کر کے دنیا میں انسانوں کے رائج کئے گئے جابرانہ و ظالمانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا۔ عدل سے مراد باہمی تعلقات اور لین دین میں دیانتداری، عدالتی معاملات میں سچی گواہی اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے، انفرادی اور اجتماعی معاملات میں اعتدال کو اپنا کر افراط و تفریط سے بچنا ہے۔ عدل ظلم کی ضد ہے۔ ظلم معاشرے کے لئے تباہی کا باعث بنتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُواْۚ ٱعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرُۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾[2]

(اے ایمان والو! اللہ کی خاطر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر مشتعل نہ کر دے کہ تم عدل کو چھوڑ دو۔ عدل کیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرو، یہی بات تقویٰ کے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے باخبر ہے)

زندگی کے ہر شعبے میں قیام عدل کے لئے قرآن و نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں مکمل راہنمائی فراہم کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (۳)

(بلاشبہ ہم نے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور لوہا (بھی) نازل کیا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے اور بھی فائدے ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ اسے دیکھے بغیر کون اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے اور اللہ بڑا طاقتور ہے اور زبردست ہے)۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

"'میزان' یعنی وہ معیار حق و باطل جو ٹھیک ٹھیک ترازو کی طرح تول تول کر یہ بتا دے کہ افکار، اخلاق اور معاملات میں افراط و تفریط کی مختلف انتہاؤں کے درمیان انصاف کی بات کیا ہے؟ انبیاء کے مشن کے فوراً بعد معاً بعد یہ فرمانا خود اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں لوہے سے مراد سیاسی و جنگی طاقت ہے اور کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو قیام عدل کی محض اسکیم پیش کر دینے کے لئے مبعوث نہیں فرمایا تھا، بلکہ یہ بات بھی ان کے مشن میں شامل تھی کہ اس کو عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی جائے اور وہ قوت فراہم کی جائے جس سے فی الواقع عدل قائم ہو سکے، اسے درہم برہم کرنے والوں کو سزا دی جا سکے اور اس کی مزاحمت کرنے والوں کا زور توڑا جا سکے"۔ (۴)

عدل کی لغوی و اصطلاحی تعریف

لغت کے اعتبار سے عدل کے معنیٰ برابری اور انصاف کے ہیں، یعنی کسی چیز کو دو ایسے حصوں میں تقسیم کر دینا کہ کسی ایک میں کمی بیشی نہ ہو، عدل کہلاتا ہے۔ لیکن حقیقتاً کسی شے کا ٹھیک اپنے محل اور حدود کے اندر ہونے کا نام عدل ہے۔ ہر جگہ ناپی تولی ہوئی برابری عدل نہیں ہوتی۔ بلکہ حقوق کا توازن و

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تناسب کے ساتھ ادا کرنا عدل کہلاتا ہے۔ عدل، ظلم و جور کی ضد ہے اور عدل کے معنیٰ ہر حق دار کو اس کا حق بغیر کسی کمی بیشی کے دلانا ہے۔ یعنی کسی معاملے میں افراط و تفریط کے بغیر[۵]۔

کلمہ عدل کے مترادف الفاظ القسط، الانصاف ہیں۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

أَنه مُسْتقيم، وَهُوَ ضِدُّ الجَوْر. العَدْلُ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ سُبْحَانَهُ هو الَّذِي لَا يَمِيلُ بِهِ الْهَوَى والعَدْلُ: الحُكْم بِالْحَقِّ[۶]

(عدل کا معانی "سیدھا" ہے اور یہ جور کی ضد ہے۔ عدل لفظ اللہ کے ناموں میں سے ہے، یعنی وہ خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ عدل حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں۔)

امام جرجانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

اَلْعَدْلُ: الأَمْرُ مُتَوَسِّطٌ بَيْنَ الْإِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيْطِ[۷]

(عدل افراط و تفریط کے درمیان متوسط کام کو کہتے ہیں)

ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قد انتظم العدل فی العمل والقول قال الله تعالی ﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا﴾[۸]

(تحقیق کہ اپنے عمل اور قول کو عدل کے ساتھ منظم کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بھی بات کرو تو عدل کے ساتھ کرو)۔

عبرانی میں صداقاۃ اور مشپاط اور Tzedek یا Tzedakah بولا جاتا ہے۔ انگریزی میں Justice اردو لغت میں اس کا ہم معنی لفظ 'انصاف' ہے

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

"کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دیا جائے کہ ان دو میں سے کسی میں ذرہ بھی کمی یا بیشی نہ ہو تو اس کو عربی میں "عدل" کہتے ہیں اور اسی سے وہ معنیٰ پیدا ہوتے ہیں جن میں ہم اس لفظ کو اپنی زبان میں بولتے ہیں۔ یعنی جو بات ہم کہیں یا جو کام کریں"۔[۹]

مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ عدل کا تصور دو مستقل حیثیتوں سے قریب ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے درمیاں حقوق میں توازن و تناسب قائم ہو دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے دیا جائے۔ اردو زبان میں اس کا مفہوم انصاف سے کر دیا جاتا ہے کہ دو آدمیوں میں تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو، اس سے عدل کے معنیٰ مساویانہ حقوق مراد لے لیے جاتے ہیں۔ در اصل عدل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ توازن و تناسب ہے، نہ کہ برابری۔ بعض حیثیتوں سے تو عدل بے شک معاشرے میں برابری چاہتا ہے، مثلاً حقوق شہریت میں، مگر بعض دوسری حیثیتوں سے مساوات بالکل خلاف عدل ہے۔ مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی اور اخلاقی مساوات اور اعلیٰ درجہ کی خدمات انجام دینے والوں اور کمتر درجے کی خدمات ادا کرنے والوں کے درمیان معاوضوں کی مساوات[۱۰]۔

بعض لوگ عدل و مساوات کا عام مفہوم لے کر غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حالانکہ عدل کا معنیٰ ہر طرح پر مساوات لینا مشکل اور محال اور بعید از عقل و فراست ہے، بلکہ عدل کا معنیٰ جو چیز کسی محل کے قابل ہو۔ اس کو اپنے محل میں استعمال کرنا ہے۔ مرد کو مرد کے حقوق اور عورت کو عورت کے حقوق دینا عدل ہے۔ ان دونوں میں ہر طرح سے برابری کا نام عدل نہیں ہو سکتا[۱۱]۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُواْ ۚ ٱعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ ﴾[۱۲]

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے، کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔)

شیخ الہند نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے کہ قوامین للہ میں حقوق اللہ کی طرف اور شهداء بالقسط میں حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے۔ عدل کا مطلب ہے کسی کے ساتھ بدون افراط و تفریط معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی کو جھکا نہ سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ "عدل و قسط" یعنی دوست دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا اور حق کے معاملے میں جذبات محبت و عداوت سے قطعاً مغلوب نہ ہونا، یہ فضیلت حصول تقویٰ کے مؤثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے[۱۳]۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عدل کی تاریخ:

دنیا کے مختلف معاشروں میں ہمیں اجتماعی عدل کا فقدان نظر آتا ہے۔ مسیحیت رومن امپیریلزم (Imperialism) کے زیر سایہ پروان چڑھی، اس وقت یہودیت جمود کا شکار ہو کر بے جان رسموں اور کھوکھلے بے روح مظاہر میں تبدیل ہو چکی تھی۔ رومن ایمپائر کے پاس اس کے وہ مشہور قوانین تھے جو اب بھی یورپ کے قوانین کا منبع ہیں۔ رومن سماج اپنی مخصوص سماجی قدریں اور خود بنایا ہوا اجتماعی نظام رکھتا تھا۔ مسیحیت نے رومن سماج کو کوئی نیا نظام یا نئے قوانین نہیں دیے بلکہ یکسو ہو کر روحانی تزکیہ و تطہیر پر زور دینا ضروری سمجھا ہے۔ مسیحیت نے خواہشات نفس پر قابو پانا سکھایا جس سے انسان پر فکر آخرت دنیاوی ضروریات پر غالب ہو گئی اور ان کی اصل منزل عالم خیال کی مقدس تمنائیں قرار پائیں۔ اس کی خاطر اس نے اجتماعی زندگی کو حکومت وقت کے حوالے کر دیا۔ کہ وہ اپنے سیکولر قانون کے ذریعے اس کی تنظیم عمل میں لائے۔ اس طرح کی ریاست میں عدل و انصاف کس طرح میسر ہو سکتا تھا؟

چونکہ اہل یورپ نے دین و دنیا کو الگ رکھا اور یہاں سے ان کے ہاں تفریق دین و دنیا پیدا ہوئی۔ یورپ ہمیشہ عملی زندگی کی تنظیم و تعمیر سے کنارہ کش رہا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر چرچ معاشرتی و سیاسی زندگی سے کنارہ کش رہتا تو مذہبی افراد کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے مادی مفادات کا تحفظ کر سکیں، اپنے اثر و رسوخ کو قائم رکھ سکیں اس کے لئے ضروری تھا کہ چرچ امراء کے مدّ مقابل ایک قوت بن کر ابھرے، بعض ادوار میں تو چرچ کو اس قدر غلبہ حاصل تھا کہ جو کسی طرح بھی بادشاہوں کے غلبے سے کم نہ تھا۔ اس کے نتیجے میں ریاست اور چرچ انتظامیہ کے مابین کشمکش کا آغاز ہوا اور عوام نے چرچ کا ساتھ دیا۔ جب ان دونوں طاقتوں میں صلح ہوئی تو دونوں کے اپنے مفادات تھے اور سارا جھگڑا دنیاوی اقتدار کا تھا۔ یورپ کی زندگی میں مذہب اور سائنس اور چرچ اور فکر و نظر کے درمیان کشمکش کا آغاز یہیں سے ہوا۔

اسلام کی نشو و نما ایک قبائلی بدوی معاشرہ میں ہوئی۔ یہ دین کی ابتدائی نشو و نما کے لیے سازگار ترین حالات تھے۔ کیونکہ اسے بلا کسی حقیقی رکاوٹ کے ایسا معاشرہ تیار کرنے کا موقع ملا، جو یہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس معاشرہ کی تنظیم کے لیے قانون سازی اور اس کی نشو نما اور بقاء کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی گئیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلام صرف عبادت پر زور نہیں دیتا بلکہ اجتماعی زندگی اس کا اثاثہ ہے۔اس کی ترغیب ہمیں قرآن نے دی اور اس کی تاکید محمد رسول اللہ ﷺ نے کی۔اسلام کے اصل منبع کے قریب رہنے والے مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی یہی سمجھا۔

قرآن میں اللہ رب العالمین فرماتے ہیں :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِىَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ فَٱسْعَوْاْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ ﴾[۱۵]

(اے ایمان والو!جمعہ کے دن جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف دوڑ کر آؤ)۔

نماز اور دیگر فرائض کی ادائیگی کے بعد جو وقت بچتا ہے،وہ سعی و عمل اور زندگی کی جدوجہد کے لیے فارغ ہے۔اسی میں انسان عملی زندگی کے تقاضے پورا کرتا ہے۔اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ وَجَعَلْنَا ٱلَّيْلَ لِبَاسًا o وَجَعَلْنَا ٱلنَّهَارَ مَعَاشًا ﴾[۱۶]

(اور رات کو پردہ پوش بنایا۔اور دن کو معاش کا وقت بنایا)۔

اسلام میں عبادات محض مراسم بجالانے کا نام نہیں بلکہ پوری زندگی کا ہر لمحہ احکام الٰہی کے تابع کرنے کا نام ہے یہ بھلے اور نیک کام اور اجتماعی خدمت عبادت میں شمار ہوتے ہیں[۱۷]۔

دنیا کے مختلف معاشروں میں تصور عدل

یہودی تصور عدل: موجودہ موسوی شریعت میں ہمیں قانون عدل کی لچک کہیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی عفو و درگزر کی کوئی صورت،تورات کی کتاب احبار میں ہے:

"اور جو انسان مار ڈالے گا سو مار ڈالے گا۔توڑنے کے بدلے میں توڑنا،آنکھ کے بدلے میں آنکھ دانت کے بدلے میں دانت"[۱۸]

دوسری بات جو یہودی تصور عدل میں پائی جاتی ہے وہ اسرائیلی اور غیر اسرائیلی میں امتیاز ہے۔ایک ہی معاملہ اگر یہودی کے ساتھ کیا جاتا تو وہ ناجائز قرار اور اگر غیر یہود سے کیا جاتا تو جائز مثلاً:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"جو قرض ایک شخص نے دوسرے کو دیا ہو وہ سات سال بعد ضرور معاف کر دیا جائے مگر پردیسی سے تو اس کا مطالبہ کر سکتا ہے"(۱۹)

"سود لینا ممنوع ہے، باپ بھائی کو سود پر قرض نہ دیتا، مگر پردیسی کو سود پر قرضہ دیا جا سکتا ہے۔"(۲۰)

عہد نامہ عتیق اور تالمود اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کے درمیان تفریق کرتی ہے۔(۲۱)

سید ابوالاعلیٰ مودودی بیان کرتے ہیں:

"تالمود میں کہا گیا ہے کہ اگر اسرائیلی کا بیل کسی غیر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں، مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کرے تو اس پر تاوان ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ کوئی گری ہوئی چیز ملے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ گردوپیش آبادی کن لوگوں کی ہے اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے اعلان کرنا چاہیے۔ غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان وہ چیز اپنے پاس رکھ لینی چاہیے۔ ربّی اشماعیل کہتا ہے "اگر امی اور اسرائیلی کا مقدمہ قاضی کے پاس آئے تو قاضی اگر اسرائیلی قانون کے مطابق اپنے مذہبی بھائی کو جتوا سکتا ہو تو اس کے مطابق جتوائے اور کہے کہ یہ ہمارا قانون ہے۔ اگر امیوں کے قانون کے تحت جتوا سکتا ہے تو اس کے تحت جتوائے اور کہے کہ یہ تمہارا قانون ہے اگر دونوں قانون ساتھ نہ دیتے ہوں تو پھر جس حیلے سے بھی وہ اسرائیلی کو کامیاب کر سکتا ہو، کرے۔ ربّی شموایل کہتا ہے کہ "غیر اسرائیلی کی ہر غلطی سے فائدہ اٹھایا جائے۔"(۲۲)

عدل و انصاف کے اس تصور نے یہود میں برائیاں پیدا کر دی تھیں اور کر دی ہیں۔ یہود کے قانون میں لچک کے فقدان نے انہیں سخت مزاج درشت بنا دیا تھا۔ قرآن نے بھی اس کا ذکر کیا ہے(۲۳)۔

یہود' اسرائیل اور غیر اسرائیل میں امتیاز برتتے تھے۔ اس سے ان میں تکبر و نخوت کوٹ کوٹ کر بھر گئی۔ قرآن نے اس کا بھی ذکر کیا ہے(۲۴)۔

چونکہ یہود خود کو اللہ کی لاڈلی قوم سمجھتے۔ وہ کہتے تھے کہ دوزخ کی آگ ہمیں چھوئے گی نہیں، مگر چند دن۔ قرآن کریم میں ہمیں اس کا بھی تذکرہ ملتا ہے(۲۵)۔ اسرائیلیوں کے اس قانون امتیاز نے انہیں اتنا دلیر کر دیا کہ انہوں نے اسرائیلی فرد کے لیے شرعی قوانین میں بھی ترمیم شروع کر دی(۲۶)۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آج ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ سود خوری اس وقت دنیا کی ۸۰ فیصد معاشیات پر قابض ہے۔ اس پر تمام مسلم علماء، اسکالرز، سائنسدان اور معاشی ماہرین کو سوچنے اور کوئی ایسی پالیسی بنانے کی ضرورت ہے۔

عیسوی تصور عدل: موسوی تصور عدل میں ہمیں درگزر کی کوئی گنجائش نہیں ملتی۔ جبکہ عیسوی عدل اس کے بالکل برعکس ہے۔ ایک طرف ہمیں افراط نظر آتا ہے تو دوسری طرف تفریط۔ یہاں سب کچھ عفو و درگزر کے حوالے کر دیا گیا اور قصاص کی کوئی گنجائش نہیں۔

"کسی بدی کا بدلہ بدی سے نہ دو کیونکہ یہ کام تو حیوان بھی کرتے ہیں بدی نتیجہ نیکی کے ساتھ دو جو تم سے عداوت رکھے اس کے لیے دعا مانگو۔"(۲۷)

لوقا میں لکھا ہے کہ آگ آگ سے نہیں بجھائی جاتی، بلکہ پانی سے، اس لیے کہتا ہوں کہ بدی پر بدی غالب نہ آئے، بلکہ نیکی کے ذریعے سے(۲۸)۔

عیسائی بھی کلام الٰہی میں تحریف کے مرتکب ہوئے تھے(۲۹)۔

یہودیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کے لیے آئے تھے۔ لہٰذا یہ بھی اپنے آپ کو باقی اقوام سے برتر اور خدا کا چہیتا سمجھنے لگے(۳۰)۔

پھر عیسوی تصور عدل میں عفو و درگزر کی تعلیم تھی جو فطرت انسانی سے بھی متضاد تھی، اس لیے دیندار طبقہ نے ترکِ دنیا اور رہبانیت اپنائی(۳۱)۔

جس معاشرے میں تعزیرات و قصاص کا قانون سرے سے ہی نہ ہو، وہاں امن و امان کیسے برقرار رہ سکتا ہے؟

عہد جاہلیت میں نظام عدل:

عرب عدل کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ شہر میں مختلف قبائل رہتے تھے اور کسی ایک قبیلہ کے سپرد تنازعات کا تصفیہ تھا۔ سردار قبیلہ یہ فرض سرانجام دیتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی یہ خدمت انجام دی تھی۔ مجرم کو قتل کرنے کا حق مقتول کے ورثاء یا سردار قبیلہ کو پہنچتا تھا۔ لیکن جرمانے یا ایک سو اونٹ کے معاوضے پر راضی نامہ بھی ہو سکتا تھا۔ حدود کی بہت سخت سزائیں ہوتی تھیں۔ مثلاً چور کے ہاتھ کاٹے جاتے اور زانی کو سنگسار کیا جاتا یا کوڑے لگائے جاتے۔ اسلام نے جاہلیت کے بعض رسم و

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رواج سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے صرف ان رسوم سے استفادہ کیا کہ جو قرآنی احکامات کے مطابق تھے اور جنہیں عقلِ سلیم بھی تسلیم کرتی تھی۔ عربوں میں نظام عدل کی درج ذیل شکلیں رائج تھیں[۳۲]۔

- پنچائیت
- پیچیدہ مقدمات میں کاہنوں سے رجوع کیا جاتا تھا، جو مذہبی پیشوا یا علم غیب کے مدعی تھے۔
- تحکیم، یعنی ثالث یا حکم کا کام ادا کرنے والی بعض شخصیتیں۔ مثلاً ایک مشہور حکم عامر بن ظرب العدوانی تھا۔

ان تین طریقوں کے علاوہ ایک اور غیر معمولی طریقہ بھی زمانۂ جاہلیت کے دور میں پایا جاتا تھا۔ شہر مکہ میں "حلف الفضول" نام کا ایک ادارہ قائم تھا۔ یہ ایک اجتماعی حلف تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ شہری حدود میں جو مظلوم پائے جائیں، ان کی مدد کی جائے اور ظالم کو سزا دی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اس معاہدے میں شرکت فرمائی تھی۔ یہ ادارہ بنو امیہ کے عہد تک قائم رہا[۳۳]۔ مکہ کی شہری ریاست میں بھی نظام عدل موجود تھا اور تین طریقوں کی شکل میں پایا جاتا تھا[۳۴]۔

- ضلعی کونسل (الاسراہ)
- مجلس اعلیٰ (دار الندوہ)
- کثیر المقاصد ادارے

اسلام میں عدل کی اہمیت:

قرآنی تصور عدل: قرآن و سنت کی بہت سی نصوص میں عدل کا حکم کی فضیلت کا بیان آیا ہے۔ عدل کے متضاد عمل کا نتیجہ ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعَۢا بَصِيرٗا ﴾[۳۵]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔)

امر یہاں وجوب کے لیے ہے، جو کہ مسلم و کافر سب کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کو ہر ایک کے لیے، ہر ایک پر، ہر حال میں واجب کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُواْۚ ٱعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ﴾ (۳۶)

(اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔)

عدل و انصاف کی عدم دستیابی سے انسانی معاشرہ کا امن و سکون ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بندوں کو عدل کی خاص طور پر بار بار تاکید کی ہے۔ مثلاً

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ ﴾ (۳۷)

(بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم فرماتا ہے۔)

﴿ وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِٱلْعَدْلِۚ ﴾ (۳۸)

(اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔)

سورۃ النساء میں اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی عدل و انصاف سے کام لینا کا حکم فرمایا۔ فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ﴾ (۳۹)

(اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو خواہ تمہیں گواہی خود اپنے خلاف اور اپنے والدین اور اقربا کے خلاف دینی پڑے۔)

علامہ سید سلیمان ندوی اس آیت کے سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"عدل و انصاف کی راہ میں ان دونوں سے بھی زیادہ ایک کٹھن منزل ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی عدل و انصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے"(۴۰)

لوگ اجتماعی عدل و انصاف کے فیصلہ یا گواہی میں اسی لیے غلط بیانی کرتے ہیں کہ جس فریق کی طرفداری مقصود ہے، اس کو فائدہ پہنچ جائے۔ تو ارشاد ہوا کہ اللہ اپنے امیر اور اور غریب دونوں بندوں کے حق میں تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ تمہاری کم بین نظر تو آس پاس تک جا کر رہ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب کچھ ہے۔

عدل و انصاف کی اہمیت کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے قول کے مطابق، جس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ مسلمان حاکم اگر ظالم ہو تو اس کی حکومت تباہ ہو جاتی ہے اور اگر کافر حاکم انصاف پسند ہو تو اس کی حکومت باقی رہتی ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہو گا۔ سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سایہ میں لے گا۔ جن میں سے ایک شخص امام عادل (منصف حاکم) ہو گا۔"(۴۱)

علامہ جلال الدین دوانی اپنی مشہور و معروف تصنیف "اخلاق جلالی" میں لکھتے ہیں:

"حضرت رسالت پناہ علیہ صلوات اللہ و سلامہ فرمودہ کہ نزدیک تریم مردمان بخدائے تعالیٰ از روئے منزلت در روز قیامت بادشاہ عادل است"

(حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن قدر و منزلت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ نزدیک شخص بادشاہ عادل ہو گا۔)

اس سے آگے علامہ صاحب کہتے ہیں:

"دور حدیث مصطفوی ست عدل ساعۃ بخیر من عبادۃ سبعین سنۃ یعنی عدل یک ساعت بہتر از عبادت ہفتاد سال ست چہ اثر عدل یک ساعت بہمہ عباعباد و در رہمہ بلاد می رسد و متہائے متماوی می ماند"۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(حدیث مصطفوی میں ہے کہ ایک ساعت یا ایک گھڑی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ (بقول علامہ) ایک ساعت کا عدل تمام بندوں اور تمام شہروں تک پہنچتا ہے اور مدت دراز تک باقی رہتا ہے۔)(۴۲)

اسلامی حکومت جب ملوکیت میں بدل گئی اور حکمرانوں نے اپنی عیش پرستی کے لیے غریبوں کا استحصال کرنا شروع کیا تو معاشرے میں جرائم میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ اس صورت حال نے فقہاء کو بہت پریشان کیا۔ چنانچہ انہوں نے چوری کی شرعی حد کی اس طرح تشریح کی کہ حکمرانوں کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ اسے اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کر سکیں۔ اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا کہ معاشرہ چونکہ اسلام کے عدل اجتماعی کی برکتوں سے محروم ہے اس لیے کسی چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جا سکتے۔ ہاں اسے اس جرم سے باز رکھنے کے لیے قید میں ڈالا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس جرم کو دوبارہ نہ کرے۔ بعد ازاں مسلمان حکمرانوں نے چوروں کے ہاتھ کاٹنے کی بجائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ کو اختیار کر لیا(۴۳)۔

عہد رسالت میں عدل: مسلمانوں کا نظام عدل اقوام عالم کے لیے صدیوں تک مشعلِ راہ بنا رہا۔ اور دوسری متمدن قوموں کے نظام ہائے عدل پر نمایاں فوقیت کا حامل رہا۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا آٹھ سو سال دور حکومت اسلامی قوانین کی ترویج میں نہایت اہم زمانہ ہے۔ عدل کو عربی میں قضاء بھی کہا جاتا ہے۔ ہر قوم اور تہذیب میں عدل و انصاف کا کچھ نہ کچھ تصور پایا جاتا ہے لیکن یہ تصور ہر زمانے میں ہر جگہ ایک سا نہیں رہتا۔ سو ہر قوم، ہر زمانے میں سزا کا تصور و معیار جداگانہ رہا۔

اسلامی عدل کا سب سے بڑا ماخذ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عہد ہے۔ جس میں زمانہ جاہلیت کے تمام رسوم و رواج اور ادارے معطل قرار دیئے گئے۔ جس دستور پر مدینہ کی ریاست کی بنیاد پڑی، وہ دنیا کا بہترین دستور شمار کیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سب سے افضل اور سب کے لیے قرار پائی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عدل و انصاف کا آخری اور بہترین مرجع تھی۔ اس طرح مومنین کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾(۴۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(اے رسول! تمہارے رب کی قسم لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے باہمی تنازعات میں تم کو حکم نہ بنائیں اور پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی بوجھ یا بھار محسوس نہ کرو اور تمہارے ہر حکم اور فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔)

نبی کریم ﷺ نے ہجرت سے پہلے ہی بیت عقبہ کی رو سے ہر قبیلے میں نقیب مقرر کیے گئے۔ اس کے علاوہ ایک عریف (دس آدمیوں پر ایک عہدہ دار) مقرر کیا۔ جب نقیب کے فیصلے سے ناراضگی ہوتی تو آنحضرت ﷺ کے پاس مرافع ہوتا تھا۔ مدینہ میں آنحضرت ﷺ نے قاضی مقرر فرمائے، جو فیصلہ کرتے تھے۔[۴۵]

نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا۔ یہ تمام عمال فیصلہ قرآن و حدیث کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں خطبہ حجۃ الوداع اسلامی عدل کے لیے ایک بہت بڑا پروانہ اور اعلان حقوق انسانی ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کی مثال دنیا کے کسی تمدن میں موجود نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں قضاۃ، احتساب، مصالحت، صدقات، پولیس، جلاد کا محکمہ قائم ہو چکا تھا۔[۴۶]

عہد نبوی میں عدل اجتماعی کی چند مثالیں:

نبی کریم ﷺ جب بھی کسی کو حاکم بنا کر بھیجتے یا کسی سرکاری امور کی بجا آوری کے لئے روانہ فرماتے یا زکوۃ کی وصولیابی کے لئے تعینات کرتے تو عدل کا دامن تھامے رکھنے کی ہدایات صادر فرماتے۔ اس آسمان نے وہ دن بھی دیکھا جب خیبر کے یہود اس بات کے منتظر تھے کہ اب انہیں غلام بنا کر اسلامی افواج میں تقسیم کر دیا جائے گا، ان کی جائیدادیں اور تیار فصلیں اجاڑ دی جائیں گی اور ان کی خواتین کو بھی جانوروں کی طرح ہانک کر لے جایا جائے گا۔ کیونکہ اس وقت کا دستور یہی تھا، لیکن وقت کی رفتار تھم گئی۔ تاریخ انسانی نے مشاہدہ کیا کہ صفحۂ ہستی پر پہلی مرتبہ فاتح و مفتوح کے درمیان مذاکرات ہوئے اور فصلوں کی ایک نسبت کی تقسیم پر معاہدہ طے پا گیا اور پھر اگلی فصل پر جب ایک قاصد نبوی ﷺ خیبر پہنچا اور فصلوں کو نصف نصف تقسیم کیا گیا، تو اس قاصد نے یہود سے کہا کہ ان میں سے جو حصہ چاہو، لے لو اور جو چاہے، تم چھوڑ دو، وہ ہم لے جائیں گے۔ اس پر خیبر کے یہود بول اٹھے کہ خدا کی قسم! اسی عدل و انصاف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا حکم ہمیں تورات میں دیا گیا تھا اور اسی عادل کے حامل کی پیشین گوئی تورات میں کی گئی تھی کہ وہ آخری نبی ﷺ ہوں گے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی اور انصاری پیغمبروں علیہم السلام میں افضلیت پر بحث کر رہے تھے۔ دوران بحث یہودی نے موسیٰ علیہ السلام کو اس انداز سے پیش کیا جیسے وہ محمد ﷺ سے افضل ہوں۔ انصاری یہ برداشت نہ کر سکے اور اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ یہودی نے حضور اکرم ﷺ کی عدالت میں شکایت پیش کی، فریقین کو سن کر حضور کریم ﷺ نے مقدمے کا فیصلہ فرمایا اور نصیحت کے طور پر کہا" دوسرے پیغمبروں پر میری فوقیت میں مبالغہ نہ کرو۔ روز قیامت سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ میں جاگنے والوں میں سب سے پہلا ہوں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے تخت کے برابر کھڑے ہیں[۴۷]۔

حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کو خیبر کے یہودیوں نے شہید کر دیا۔ مقتول کے وارث نے آنحضرت ﷺ کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا، لیکن اس واقعہ کا کوئی عینی شاہد پیش نہ کر سکے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک سو اونٹ خون بہا میں دلوا دیئے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص کسی آدمی کو پکڑ لایا، عرض کیا کہ اس آدمی نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ! اب اس کو بھی اسی طرح سے مار ڈالو۔ قاتل نے اس شخص سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور مجھے معاف کر دو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے اور تمہارے بھائی کے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ معاملہ یوم حشر پر چھوڑ دے۔ اس پر اس شخص نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ بعد میں آنحضور ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ قصاص کے بدلے میں یہی بہتر تھا کہ مقتول حشر کے دن اللہ سے فریاد کرے کہ یا اللہ! اس شخص نے میری جان کیوں لی؟[۴۸]

ایک شخص سے آپ ﷺ نے کھجوریں قرض کے طور پر لیں۔ چند روز کے بعد وہ تقاضے کے لیے آ گیا۔ آپ ﷺ نے ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا قرضہ ادا کر دو۔ انصاری رضی اللہ عنہ نے کھجوریں دیں لیکن وہ کم تر درجہ کی تھیں۔ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: تم رسول کریم ﷺ کی کھجوریں لینے سے انکار کرتے ہو؟ بولا: ہاں! رسول اکرم ﷺ ہی عدل نہ کریں گے تو اور کون کرے گا؟ آپ ﷺ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا اور فرمایا کہ بالکل سچ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے بہتر کھجوریں دلوائیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک پیالہ مستعار لیا۔ اتفاقاً وہ پیالا گم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا تاوان ادا کر دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ بنو مخزوم کی ایک بلند مرتبہ عورت نے چوری کی۔ قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ ملزمہ سزا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لیے تیار کیا۔انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب آلود ہو کر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے۔وہ غریبوں کو تو سزا دیتے تھے اور امیروں کو بخش دیتے تھے۔خدا کی قسم !اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔(۴۹)

خلافت راشدہ میں عدل: خلافت راشدہ کے زمانے میں مملکت کا پورا نظم و نسق قرآن و سنت نبوی کا آئینہ دار تھا۔ قرآن و حدیث ہی مملکت کا دستور تھا۔عہد صدیقی میں تمام اکابر صحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہر مشکل مسئلہ میں رجوع فرماتے تھے۔ قرآن شریف کی جمع اور ترتیب آپ رضی اللہ عنہ ہی کا کام تھا۔خلافت کے لیے باتفاق آراء آپ کے ہاتھ پر جو بیت کی گئی،وہ بیت خاصہ کہلاتی ہے(۵۰)۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعض اہم قانونی مسائل طے فرمائے۔ بہت سے مسئلوں کی وضاحت بھی کی۔اس کی ایک مثال حق حصانت کے سلسلے میں ملتی ہے۔جس میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ فریق تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! اس بچے کے لیے اس کی ماں کا تھوک تمہارے دیے ہوئے شہد سے بہتر ہے۔اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قانون وراثت میں بھی ایک اہم مثال قائم فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ دادا' حقیقی بہنوں اور بھائیوں کو وراثت سے محروم کر دے گا۔ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے اس خیال سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متفق ہیں۔چند حضرات اس خیال کے مخالف ہیں ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی اور امام زید رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مثالی حکومت کا نقشہ مرتب کیا اور ایسے طرز حکومت کی بناء ڈالی، جو اسلام کی حقیقی روح تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ میں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسی شخصیات تھیں۔کوئی ملکی مسئلہ کثرت رائے کے بغیر طے نہیں پاتا تھا(۵۱)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک فرمان میں لکھا کہ مقدمات میں پہلے قرآن کے مطابق فیصلہ کریں اور اگر اس سے کوئی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو حدیث سے، اور اگر اس حدیث سے بھی حل نہ ہو سکے تو اجماع کے ذریعے طے کریں اور اگر اس سے بھی حل نہ ہو سکے تو اجتہاد کریں۔نیز وہ قاضیوں کو مشکل اور اہم مسائل کے متعلق فیصلے لکھ کے بھیجتے تھے(۵۲)۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دنیا میں عدل و انصاف کی وہ مثالیں قائم کیں، جن کی نظیر ان کے بعد دنیا والوں کو نہیں مل سکتی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وہ قول بالکل صحیح ثابت ہوا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کے خلفاء کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔"(۵۳)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں نہ صرف حکومت کا ڈھانچہ بہتر بنایا، بلکہ رعایا کے ساتھ بھی ایسی ہی عدل و انصاف کا سلوک کیا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ پر اپنی جان چھڑکنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رشوت اور ناجائز وسائل آمدنی کے سدِّباب کے لیے بھی تدابیر اختیار کیں۔ قاضی کو تجارت کی ممانعت تھی۔ نیز غیر مسلموں کو اجازت تھی کہ خود اپنے مقدمات کا فیصلہ کرلیں۔ مساجد میں عدالتی اجلاس بھی ہوتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ قید خانے بنوائے اور اس مقصد کے لیے صفوان بن امیہ کا مکان ۴۰۰۰ درہم میں خریدا۔ فدک کے مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک مملوکہ زمین جو خیبر میں تھی' وقف کر دی تھی۔ اور یہ پہلا وقف تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں عمل میں آیا تھا۔

عہد عثمانی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کیے گئے اضافے ہی بحال رہے۔ اور ان کے عہد میں ایک عمارت دار القضاء کے نام سے بنائی گئی۔

عہد مرتضوی میں چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بہت بڑے فقیہ تھے اور انہیں قانون وراثت عول اور رد کے اصولوں کے بانی سمجھے جاتے تھے۔ قانون شہادت کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک نئی اصلاح کی۔ پیش ہونے والے گواہوں کا تزکیہ کہ زیادہ معتبر ہیں یا نہیں؟ جھوٹی گواہی کی شہادت لیتے وقت دوسرے گواہوں کو عدالت سے ہٹا دیتے تھے۔ اور صداقت کے لیے مخفی تحقیقات کرتے تھے۔

عدل کی شان عہد نبوی اور چاروں خلفاء کے دور میں قائم رہی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خود عدالت میں قاضی کے روبرو بہ حیثیت فریق مقدمہ حاضر ہوئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مقدمہ لے گئے اور اپنے بیٹے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بطور گواہ پیش کیا۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کی عدالت میں وراثت کا ایک مقدمہ پیش ہوا۔ ایک ایسے لڑکے کی وراثت بحث طلب تھی جس کے دو سر، دو سینے تھے لیکن نچلا دھڑ ایک ہی تھا۔ سوال یہ تھا کہ اس کو ایک حصہ ملے گا یا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے سو جانے دو اور پھر دیکھو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ سانس دونوں سروں سے برابر آتی ہے یا نہیں۔ اگر دونوں سروں سے برابر آتی ہے تو دو حصے ملیں گے۔ اور اگر ایک ہی سر سے سانس آتی ہے تو ایک ہی حصہ (۵۴)۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو لوگوں کی اصلاح و تبلیغ کے ساتھ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کرنے کا کام بھی سونپا ہے۔ (۵۵) قرآن و سنت کے احکامات کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قضاۃ کی اہمیت اور معاشرے کے لیے اس کی عظیم ضرورت کا ادراک کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا تو اس کے ساتھ عدالتی طریقہ کار سے متعلق ہدایات بھی جاری فرمائیں یہ ہدایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گورنر کوفہ کے نام خط میں تھیں اس میں عدل و انصاف کی اہمیت اور عدلیہ کی آزادی کے متعلق ہے (۵۶)۔

سیاست الملوک میں عدل کی بڑی اہمیت ہے۔ موسیٰ بن یوسیٰ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

> "عدل کسی بھی ریاست کا روشن چراغ ہے۔ عدل کے چراغ کو ظلم کی آندھی سے نہ بجھاؤ۔ ظلم کی آندھی سب کچھ تباہ کر دیتی ہے۔ جبکہ عدل کی ہوا ثمر آور ہوتی ہے احکام میں عدل حکومت کی بنیادی صفات میں سے ہے۔ (۵۷)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو حمص کے عامل نے لکھا:

> 'حمص شہر شکست و ریخت کا شکار ہے اور مرمت درکار ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے لکھا اس کو عدل سے مضبوط کرو اور اس کی شاہراہوں کو ظلم سے پاک کرو (۵۸)۔

اجتماعی عدل کی ایک قسم معاشی عدل بھی ہے اور اسی معاشی عدل کے ذریعے ہم معاشرے سے دولت کی طبقاتی تقسیم کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ مغربی معاشی نظاموں میں معاشرے پر بد نما اثرات مرتب کیے ہیں کہ معاشرے سے معاشی عدل کا خاتمہ نظر آتا ہے۔ اسلام نے ایک منظم معاشی نظام کی تصویر پیش کی ہے۔ اسلام نے تقسیم دولت کا جو نظام دیا ہے اس کی وجہ مساویانہ تقسیم، عاملین کو دیانتداری سے محاصل کی وصولی کا حکم اور لوگوں میں عدل کے ساتھ دیانت داری کرنے کی تلقین اور صرف دولت میں اعتدال میں میانہ روی (۵۹) ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل کا حکم: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے عدل کرنے کا حکم دیا ہے اگرچہ وہ ان کے ساتھ شدید بغض رکھتے ہوں۔ مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾ (٦٠)

(اور جب تم بات کہو تو انصاف کی کہو، خواہ معاملہ رشتہ داری کا ہی کیوں نہ ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی اللہ نے تمہیں ہدایت کی ہے، شاید کہ تم نصیحت قبول کرو)۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قریب و بعید کے ساتھ قول و فعل میں عدل کا حکم دیتا ہے۔ وہ ہر ایک کے لیے عدل کی ہدایت فرماتا ہے۔ ہر وقت، ہر حال میں (٦١)۔

یہ بھی سنت میں وارد ہے کہ رعیت کے درمیان عدل قائم نہ کرنا بہت بڑے خطرے کا باعث ہے۔ چنانچہ معقل بن یسار المزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» (٦٢)

(کوئی ایسا بندہ نہیں جس کو اللہ تعالیٰ اس کی رعیت کا ذمہ دار بنائے اور اس کو موت اس حال میں آئے کہ وہ اپنی رعیت سے دھوکا کرنے والا تھا، مگر یہ کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہو۔)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دنیا میں لوگوں کے معاملات جن میں کئی قسم کے گناہ شامل ہو سکتے ہیں، عدل کے ساتھ ہی درست ہو سکتے ہیں۔ اور اکثر حقوق کی درستی اس طرح ہوتی ہے کہ ظلم اس میں شامل ہوتا ہے اگرچہ گناہ میں وہ مشترک نہ بھی ہوں۔ اور اس بارے میں کہا گیا ہے: اللہ تعالیٰ عدل کرنے والی ریاست کو قائم رکھتا ہے اگرچہ وہ کافرہ ہو اور اس ریاست کو قائم نہیں رکھتا جس میں عدل نہ ہو، اگرچہ وہ مسلمانوں کی ہو۔ اور کہا جاتا ہے کہ دنیا عدل اور کفر کے ساتھ تو قائم رہے گی لیکن ظلم اور اسلام کے ساتھ نہیں رہے گی۔ عدل ہر چیز کا نظام ہے جب دنیا کے معاملے کو عدل پر قائم کیا جائے گا تو وہ قائم ہو گی خواہ عدل کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو اور جب اسے عدل سے قائم نہیں کیا جائے گا تو وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قائم نہیں ہو گی۔ اگرچہ اس کا صاحب ایمان والا ہو، آخرت میں اسے کوئی اجر نہ ملے گا[۶۳]۔ فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمین نصف پیداوار کی بناء پر یہودیوں کے حوالے کر دی گئی تھی اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بٹائی کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ وہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو انبار لگوا دیتے اور یہودیوں سے کہتے کہ جو حصہ چاہو اٹھالو۔ یہودی کہتے: زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔ مسلمانوں کا وظیفہ حیات روئے زمین پر یہی تھا اور ایسے یہ اصول حیات عالمی امن کے ضامن ہو سکتے ہیں۔ وہ افراد یا گروہ اس وظیفے کی بجا آوری سے کیونکر عہدہ بر آ ہو سکتے ہیں، جن کی زبانوں سے الفاظ نکلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے، پھول جھڑ رہے ہیں لیکن ان کے دل، ان کی طبیعتیں اور ان کی ذہنیتیں نہایت پست اور امن بر انداز اغراض سے یک قلم آلودہ ہیں۔ یہ وہی شیوہ ہے جس پر مدینہ منورہ کے یہودی عربوں کے تعلق میں کاربند تھے اور کہا کرتے تھے:

﴿ لَيْسَ عَلَيْنَا فِي ٱلْأُمِّيِّـۧنَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾[۶۴]

(امیوں (یعنی عربوں) کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے ہم پر کچھ مؤاخذہ نہیں (یعنی ان کے ساتھ دیانت داری والا برتنا ضروری نہیں) اور یہ کہہ کر وہ اللہ پر تہمت باندھتے ہیں۔ حالانکہ اچھی طرح جانتے ہیں حقیقت حال کیا ہے؟)

یعنی جس گروہ سے ذاتی اغراض وابستہ ہیں، ان کے متعلق ایک نظام اخلاق اور ایک ضابطہ نیک و بد ہے لیکن جن سے کوئی خاص علاقہ نہیں، ان کے باب میں بالکل دوسری روش اور دوسرے اصول پیش کیے جاتے ہیں[۶۵]۔

پاکستان کے تناظر میں جب ہم عدل اجتماعی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو المیہ یہ ہے قائد اعظم کی وفات کے بعد جس کلمہ لا الہ الا اللہ اور نظریہ کی بنیاد پر اس کا وجود قیام عمل میں آیا اور جن کو سیاسی سماجی معاشی نظام کی تشکیل میں راہنما بننا تھا اسلام اور جمہوری روایات سے غفلت برتی گئی، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل نہیں ہوا۔ یہ حقیقت فراموش کر دی گئی کہ عدل اجتماعی ہی وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جو ملک قوم اور دنیا کی ترقی خوشحالی سکون و امن کا ضامن ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے عدل اجتماعی کے اصول کو اپنا کر معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں ہم سب مل کر مدد و معاون ثابت ہوں اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنے طور پر انفرادی عدل بھی قائم کریں، کیونکہ انفرادی عدل بھی عدل اجتماعی کے لئے مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

ہم عدل اجتماعی ہی کے ذریعے سے تخلیقی عمل کو بہتر کر سکتے ہیں، تخلیقی قوتوں اور پیداواری صلاحیتوں کو فروغ دے سکتے ہیں، تخریبی عناصر کے خلاف جدوجہد کر سکتے ہیں اور ان کے اسباب کا پتہ چلا کر ان وجوہات و عناصر سے معاشرے، ملک و قوم کو نجات دلا سکتے ہیں۔ اسلام میں عدل اجتماعی کا میدان زندگی کے سارے پہلوؤں پر محیط ہے۔ جن میں سے سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور اجتماعی پہلو بھی ہیں۔ نیز عدلیہ، فوج اور تعلیم یعنی ہر طرح کے افراد کی سطح پر اس کی تطبیق واجب ہے۔ اجتماعی عدل کسی بھی معاشرے میں امن و فلاح کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔۔ یہ لازم ہے کہ حاکم و محکوم ادنی و اعلی، امیر و غریب بے نوا و صاحب اثر فرق مٹا کر سب اپنے اپنے رویے اپنی اپنی حیثیت میں اپنی ذات کے اندر عدل کی صفت اجاگر کریں۔ طاقت و اقتدار کا شتر بے مہار استعمال سے ہر طرح کے جرائم میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ سب معاشرے میں صرف عدل اجتماعی کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

ہم نے گذشتہ صفحات میں مختصراً دنیا کے گزری اقوام اور موجودہ دور کے عدل کا ایک مختصر تصویر پیش کیا ہے۔ اس میں آپ کو سب سے بہتر عدل فراہم کرنے کی ضمانت صرف اسلام دیتا ہے۔ اس کی مثالیں ہمیں اسلام کے ہر دور میں ملتی ہیں مثلاً عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور برصغیر میں مسلمانوں کا سنہری دور جیسے اورنگ زیب عالمگیر، شیر شاہ سوری، شاہ جہاں وغیرہ کا دور اس میں سر فہرست ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے خوف الٰہی پیدا کر کے عدل کی روح کو سمجھا جائے۔ انفرادی عدل، عدل اجتماعی کی طرف پہلا قدم ہو گا۔ اس معاملے میں علما، اسکالرز، مفتیان کی بھی ذمہ داری ہے کہ معاشرے کے افراد کو عدل اجتماعی کی حقیقت اور اہمیت سے روشناس کرائیں۔ طاقت و اقتدار، حرص و ہوس اثر و رسوخ والوں کی شتر بے مہاری کا حد درجہ نتیجہ منفی رد عمل ہے۔ بے شمار جرائم کے پیچھے بنیادی طور پر یہی عمل کار فرما ہے۔ اور یہ صرف قرآن و حدیث و سنت اور آثار صحابہ و صحابیات اور تمام اچھے لوگوں کی اچھی باتوں پر ہمارا عمل نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ شریعت اسلامی کے مطابق قوانین پر عمل درآمد ہی سے تعاون کی فضا کی قائم کر کے ہی عدل کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں ورنہ اگر معاشرے میں پائی جانے والی کمی رحم و ہمدردی اور تعاون کی بجائے یہ شقاوت قلبی میں مزید

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اضافہ ہوتا رہے، تو معاشرہ کی بے سکونی جو پہلے ہی اپنی انتہا پر ہے اور جرائم میں بھی اضافہ ہو۔ فقہ اسلامی کے مطابق ایسے صاحب ثروت ظالم شقی القلب حکمران یا امرا کے ساتھ قانون کا آہنی ہاتھ استعمال کرنا جائز ہے۔

امام ابن حزم اور امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہما نے قرآن و احادیث اور آثار صحابہ سے جو معاشی نظریات اخذ کئے ان کے مطابق اگر ایک گروہ کے پاس وافر فراوانی سے اشیاء موجود ہوں اور دیگر کچھ لوگوں کی محرومی انتہا درجے کو پہنچ جائے جہاں جان بچانے کے لئے اضطرار میں مردار کھانے کی نوبت آجائے، تو ان امراء سے جو اشیاء خوردونوش بچا کر رکھنے والوں سے لڑ کر ان سے وہ مال چھین لینا جائز ہے۔ اگر بھوکا مارا جائے تو مالدار پر قصاص واجب ہے اور اگر مالدار مارا جائے تو اس پر دوہری لعنت برسے گی اور وہ طائفہ باغیہ میں شمار ہوگا۔ عدل اجتماعی میں اگر ہم مسلسل ناکام رہے اور مراعات یافتہ اور محروم طبقات میں فرق کو کم کرنے کی کوئی شعوری کوشش نہ کی گئی تو وہ وقت بہت جلد قریب آلگے گا جب مفلس نادار اس امر پر مجبور ہو جائے گے کہ طاقت و دولت کے نشے میں ڈوبے ہوئے، بے درد لوگوں سے ان کا سب کچھ چھین لیں۔ حسنی مبارک، زین العابدین علی اور کرنل قذافی کے انجام کی کس کو خبر نہیں۔ لازم ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو عدل اجتماعی کو ہمارے معاشرے اور ہماری مملکت کے درد کا درماں بنایا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کفر پر تو ایک ریاست قائم رہ سکتی ہے، لیکن اگر اس میں ظلم پھیل جائے تو وہ اپنی بقا کا جواز کھو بیٹھتی ہے[۶۶]۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حواشی و حوالہ جات

۱) سورۃ الانعام:۱۱۵؛ نیز دیکھئے سورۃ الانفطار:۷،۶

۲) سورۃ المائدہ:۸؛ نیز دیکھئے: سورۃ النحل:۹۰، سورۃ النساء:۳، سورۃ البقرہ:۲۸۲، سورۃ الأنعام:۱۵۲

۳) سورۃ الحدید:۲۵

۴) سید ابو الاعلی مودودی، تفہیم القرآن، ص:۵/ ۳۲۲

۵) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ص:۲/ ۱۴۵

۶) ابن منظور افریقی، لسان العرب، ص۴۳۰، دار صادر، بیروت، مرتضی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس (باب الام) ص:۱۵/ ۴۷۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، لوئیس معلوف، المنجد فی اللغہ، انتشارات اسلام، تہران، ایران۔ اسماعیل بن حماد جوہری، الصحاح، دار الحدیث، قاہرہ، مصر

۷) امام جرجانی، کتاب التعریفات، ص:۶۴

۸) ابو بکر احمد بن علی رازی، الجصاص، احکام القرآن، ص۳/ ۲۳۴، مطبعہ اوقاف

۹) سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، ص:۶/ ۳۹۷

۱۰) سید مودودی، اسلامی ریاست، ص:۵۲۵، ۵۲۴، ۶۶۶ نیز دیکھئے: ص:۴۹۴ تا ۵۰۳، اسلامک پبلیکیشنز لاہور نیز دیکھئے سید عبد الصبور طارق، مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل، ص۱۴، اسلامی تاریخ و تمدن ص:۱۵۷

۱۱) ضرورۃ القرآن، ص:۲/ ۴۹، پروفیسر مولانا قاضی زاہد الحسینی

۱۲) سورۃ المائدہ:۸

۱۳) ابن قیم الجوزیہ، الطرق الحکمیہ مجمع الفقہ الاسلامی الجدہ ۱۴۲۸ھ۔، ص:۱۳۲ نیز دیکھئے قرآن مجید مترجم حضرت شیخ الہند ص ۱۴۰

۱۴) تفصیل کے لیے دیکھیے: سورۃ النساء:۶۵, سورۃ الحشر:۷ اور سورۃ المائدہ:۴۴

۱۵) سورۃ الجمعہ:۱۰

۱۶) سورۃ النباء:۱۰

۱۷) سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، ص ۵۳ تا ۱۰۵ اسلامک پبلیکیشنز لاہور

۱۸) احبار، ص:۲۴/ ۱۷؛ مروج الذہب، ص:۲۱/ ۱۲؛ گنتی، ۳۱:۳، استثناء ۱۱:۱۹

۱۹) استثناء ۳:۱۵

۲۰) ایضاً

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۱) مثلاً استثناء ۳،۱:۱۵ نیز دیکھیے ایضاً ۲۰:۲۳

۲۲) تالمود ، مسّلینی، پال آئزک ہرشوں، لندن، ۱۸۸۵، صفحات ۳۷۔۲۲۱، ۲۱۰ نیز دیکھیے سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد ۱، ص ۲۶۶، سورۃ آل عمران، حاشیہ ۹۹۲، ۶۴ء۱، ادارہ ترجمان القرآن)

۲۳) سورۃ البقرہ:۴۷، نیز دیکھیے سورۃ المائدہ:۸۲

۲۴) سورۃ المائدہ:۴۲، سورۃ البقرہ:۴۷ ۱ نیز دیکھیے سورۃ الجمعہ ۶

۲۵) سورۃ البقرہ:۸۰

۲۶) سورۃ المائدہ:۴۱

۲۷) متی ۵:۴۵؛ لوقا ۶:۲۸

۲۸) لوقا، ۱۲:۲۱، نیز دیکھیے، متی ۲۲، ۵:۲۱، متی، ۵:۳۸۔۴۵، متی ۱۸:۲۰

۲۹) سورۃ المائدہ:۴۱

۳۰) سورۃ المائدہ:۱۸

۳۱) سورۃ الحدید:۲۷؛ نیز دیکھیے سید شمیم حسین قادری، اسلامی ریاست قرآن و سنت کی روشنی میں، علماء اکیڈمی، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف لاہور، ص:۲۴۴ تا ۲۴۸

۳۲) سید شمیم حسین قادری، اسلامی ریاست قرآن و سنت کی روشنی میں، علماء اکیڈمی، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف لاہور، ص ۲۴۸ تا ۲۵۰۔

۳۳) ڈاکٹر حمید اللہ، مجلہ عثمانیہ، جلد ۱۱، شمارہ ۲، ۱ ص ۲۰، ۱۹، نیز دیکھیے سیرۃ ابن ہشام ص ۷۸، ۷۹

۳۴) نقوش رسول نمبر جلد یازدھم شمارہ نمبر ۱۳۰، ص ۶۰۲، جنوری ۱۹۸۵، ادارہ فروغ اردو لاہور

۳۵) سورۃ النساء:۵۸

۳۶) سورۃ المائدہ:۸

۳۷) سورۃ النحل:۹۰

۳۸) سورۃ النساء:۵۸

۳۹) سورۃ النساء:۱۳۵

۴۰) سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، ص:۶/ ۱۲۰

۴۱) محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد، الحدیث:۶۶۰؛ نیز دیکھئے سورۃ النساء:۲۰

۴۲) سید عبد الصبور طارق، مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل، ص ۱۵ تا ۲۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۳) پروفیسر رفیع اللہ شہاب، عدل کا اسلامی تصور، مقبول بکس، لاہور، ۱۹۹۹، ص ۱۸، ۱۹

۴۴) سورۃ النساء: ۵۸؛ سورۃ المائدہ: ۸؛ سورۃ النساء: ۶۵

۴۵) امام سرخسی، المبسوط، ص ۱۰۹، مطبعہ السعادۃ مصر، ۱۳۳۱ھ

۴۶) شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ص: ۲/ ۷۶

۴۷) صحیح بخاری، جلد ۲، کتاب التفسیر، سورۃ الاعراف

۴۸) سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، ص ۱۹۱، حدیث ۸۱۹

۴۹) سیرۃ الصدیق ص، ۵۹ تا ۶۰، پروفیسر محمد عبد الحفیظ صدیقی؛
برصغیر پاک وہند میں اسلامی نظام عدل گستری، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص ۳۹

۵۰) کنز العمال، ص: ۳/ ۱۳۴، حیدر آباد، طبقات ابن سعد، آرام باغ کراچی

۵۱) کنز العمال، ازالۃ الخفاء اور اخبار القضاۃ وغیرہ میں متعدد فتوے ملتے ہیں۔ نیز دیکھیے پروفیسر محمد عبد الحفیظ صدیقی، برصغیر پاک وہند میں اسلامی نظام عدل گستری، ص ۴۶، ۴۵، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

۵۲) ابن جوزی، سیرۃ عمر بن خطاب

۵۳) الطرق الحکمیہ، ص: ۵۲، بحوالہ سوانح اہلبیت، ص: ۱۲۸

۵۴) سورۃ الحدید: ۲۶

۵۵) کنز العمال، ص: ۳/ ۱۷۴

۵۶) محمد بن یوسف، واسطۃ السلوک فی سیاسۃ الملوک، ص: ۲۳

۵۷) محمد بن یوسف، انور المعروسی، الشریح والقضاۃ فی اسلام، ص: ۱۹۸۴، ۸۳، مؤسسۃ شباب الجامعۃ الاسکندریہ

۵۸) تفصیل کے لیے دیکھیں سورۃ التوبہ: ۴۰

۵۹) سورۃ الانعام: ۱۵۲

۶۰) سیاست شرعیہ، ابن تیمیہ، ص: ۲۴۳

۶۱) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج ۲ مترجم مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ قدوسیہ ۱۹۹۹، ص: ۱۳۲

۶۲) السنن الکبریٰ للبیہقی، ص: ۱۰/ ۸۷ تا ۸۹، حیدر آباد (دکن)

۶۳) ابن تیمیہ، سیاست شرعیہ، ص: ۲۸۰، مترجم محمد اسماعیل گودھروی، تاجران کتب قرآن کراچی، موسوی مسافر خانہ، سن ندارد، امام غزالی، احیاعلوم الدین، ج ۱، نیز دیکھیے ابن قیم کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم

۶۴) سورۃ آل عمران: ۷۵

۶۵) ابو الکلام آزاد، رسول رحمت، مرتب غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عدل اجتماعی کی اہمیت اور موجودہ جاگیر داری اور غیر حاضر ذمہ داری، مرکزی انجمن خدام قرآن لاہور

٦٦) امام شاطبی، ابی اسحق ابراہیم بن موسی، الاعتصام، المجلد الرابع، مکتبہ التوحید؛ ابن حزم، المحلی، ادارۃ الطباعہ المنیریۃ، الجزء السادس، ١٣٤٨ھ

****

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com